حکمتِ سیّد مودودیؒ

شب برات — ۱۵ شعبان - رمضان

شب برات کو عموماً مسلمانوں کا ایک تہوار سمجھا جاتا ہے[1]۔ اس کے کچھ مراسم بھی مقرر کر لیے گئے ہیں جن کی شدّت سے پابندی کی جاتی ہے۔ دھوم دھام کے لحاظ سے تو گویا محرم کے بعد اسی کا نمبر ہے۔ مگر ——— نہ قرآن میں اس کی کوئی اصلیت ہے، نہ حدیث میں، نہ صحابہ کرامؓ کے دَور کی تاریخ میں اس کا کوئی پتہ نشان ملتا ہے اور نہ ابتدائی زمانہ کے بزرگانِ دین ہی میں

---

[1] بعض مفسرین کو جن میں حضرت عکرمہؓ سب سے نمایاں ہیں، یہ شبہ لاحق ہوا کہ سورۃ الدخان کی ابتدا میں جس "لیلۃٍ مبارکۃٍ" کا ذکر ہے، وہ پندرھویں شعبان کی شبِ برات ہے جو "لیلۃ القدر" (رمضان) سے الگ ہے۔ متعدد تفاسیر میں نے دیکھیں سب نے قرآن کی ان دونوں ذکر کردہ راتوں کو ایک ہی رات قرار دیا ہے۔ مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

"اس رات سے مراد وہی رات ہے جسے سورۂ قدر میں لیلۃ القدر کہا گیا ہے۔ وہاں فرمایا گیا کہ اِنا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر، اور یہاں بیان فرمایا گیا ہے کہ اِنَّآ اَنزَلنٰہُ فِی لَیلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ۔ پھر یہ بات بھی قرآن مجید ہی میں بتا دی گئی ہے کہ وہ ماہ رمضان کی ایک رات تھی۔ (البقرہ: ۱۸۵)

(تفہیم القرآن - جلد ۴ - سورۂ الدخان - نوٹ ۱-)

کسی نے اس کو اسلام کا تہوار قرار دیا ہے۔

دراصل اسلام رسموں اور تہواروں کا مذہب ہے ہی نہیں۔ یہ تو ایک سیدھا اور معقول مذہب ہے، جو انسان کو رسموں کی جکڑ بندیوں سے، کھیل تماشے کی بے فائدہ مشغولیتوں سے، اور فضول کاموں میں وقت، محنت اور دولت کی بربادیوں سے بچا کر زندگی کی ٹھوس حقیقتوں کی طرف توجہ دلاتا ہے اور ان کاموں میں آدمی کو مشغول کرنا چاہتا ہے جو دنیا اور آخرت کی فلاح بہبود کا ذریعہ ہوں۔ ایسے مذہب کی فطرت سے یہ بالکل بعید ہے کہ وہ سال میں ایک دن حلوے پکانے اور آتش بازیاں چھوڑنے کے لیے مخصوص کر دے اور آدمی سے کہے کہ تو مستقل طور پر ہر سال اپنی زندگی کے چند قیمتی گھنٹے اور اپنی محنت سے کمائے ہوئے بہت سے روپے ضائع کرتا رہا کر۔

زیادہ سے زیادہ اگر کوئی چیز اسلامی لٹریچر میں ملتی ہے تو وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ شعبان کی پندرھویں شب کو حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا اور وہ آپؐ کو تلاش کرنے کے لیے نکلیں۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے بقیع کے قبرستان پہنچیں۔ وہاں آپؐ کو موجود پایا۔ وجہ دریافت کرنے پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس رات کو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف توجہ فرماتا ہے اور قبیلۂ کلب کی بھیڑوں کے جس قدر بال ہیں، اُس قدر انسانوں کے گناہ معاف کرتا ہے۔ لیکن حدیث کے مشہور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور اپنی تحقیق یہ بیان کی ہے کہ اس کی سند صحیح طور پر حضرت عائشہؓ تک نہیں پہنچتی۔ بعض دوسری روایات ہیں، جو کم درجہ کی کتبِ حدیث میں ملتی ہیں۔ اس رات کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اس میں قسمتوں کے فیصلے کیے جاتے ہیں۔ اور پیدائش اور موت کے معاملات طے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ سب روایات ضعیف ہیں۔ ہر ایک کی سند میں کوئی نہ کوئی کمزوری موجود ہے۔ اسی لیے حدیث کی قدیم تر اور زیادہ معتبر کتابوں میں کہیں ان کا ذکر نہیں ملتا۔

حدیث کی زیادہ معتبر کتابوں سے جو بات ثابت ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رمضان کی آمد سے پہلے ہی شعبان کے مہینہ میں ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبری جیسے عظیم الشان منصب پر مامور کیا گیا اور قرآن جیسی لازوال کتاب کے نزول کا آغاز ہوا۔ اس وجہ سے نہ صرف رمضان میں آپ غیر معمولی طور پر عبادت فرمایا کرتے تھے، بلکہ اس سے پہلے ہی آپؐ کی لَو خدا سے لگ جاتی تھی۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ رمضان کے سوا سال کے باقی گیارہ مہینوں میں صرف شعبان ہی ایسا مہینہ تھا جس میں آپؐ سب سے زیادہ روزے رکھتے تھے، بلکہ تقریباً پورا مہینہ ہی روزہ رکھتے گزر جاتا تھا۔ لیکن آپ کا یہ طرزِ عمل اپنی ذات کے لیے خاص تھا اور اُس گہرے روحانی تعلق کی بنا پر تھا جو نزولِ قرآن کے مہینے سے آپ کو تھا۔ رہے عام مسلمان، تو اُن کو آپؐ نے ہدایت فرما دی تھی کہ ماہ شعبان کے آخری پندرہ دنوں میں روزے نہ رکھا کریں، کیوں کہ اس میں یہ اندیشہ تھا کہ اگر عادتاً لوگ اس مہینے کے آخری دنوں میں روزہ رکھنے لگے تو رفتہ رفتہ یہ ایک لازمی رسم بن جائے گی اور رمضان کے فرض روزوں پر خواہ مخواہ دس پندرہ مزید روزوں کا اضافہ ہو جائے گا، اور اس طرح لوگوں پر وہ بار پڑ جائے گا جو خدا نے ان پر نہیں رکھا ہے۔

اسلام میں خاص طور پر یہ بات ملحوظ رکھی گئی ہے کہ جو کچھ خدا نے اپنے بندوں کے لیے لازم کیا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسری چیز بندے خود اپنے اُوپر لازم نہ کر لیں۔ کوئی خود ساختہ رسم، کوئی مصنوعی قاعدہ، کوئی اجتماعی عمل ایسا نہ ہو جس کی پابندی لوگوں کے لیے فرض کی طرح بن جائے۔

رمضان کے روزوں کو صرف عبادت اور صرف تقویٰ کی تربیت ہی نہیں قرار دیا گیا ہے بلکہ انھیں مزید برآں اس عظیم الشان نعمتِ ہدایت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ٹھیرایا گیا ہے۔

جو قرآن کی شکل میں اس نے ہمیں عطا فرمائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک دانش مند انسان کے لیے کسی نعمت کی شکر گذاری اور کسی احسان کے اعتراف کی بہترین صورت اگر ہو سکتی ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس مقصد کی تکمیل کے لیے زیادہ سے زیادہ تیار کرے جس کے لیے عطا کرنے والے نے وہ نعمت عطا کی ہو۔ قرآن ہم کو اس لیے عطا فرمایا گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کا راستہ جان کر خود اس پر چلیں اور دنیا کو اس پر چلائیں۔ اس مقصد کے لیے ہم کو تیار کرنے کا بہترین ذریعہ روزہ ہے۔ لہٰذا نزولِ قرآن کے مہینے میں ہماری روزہ داری صرف عبادت ہی نہیں ہے، اور صرف اخلاقی تربیت بھی نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ خود اس نعمتِ قرآن کی بھی صحیح اور موزوں شکر گذاری ہے۔

(تفہیم القرآن۔ جلد ۱۔ سورہ البقرہ۔ حاشیہ ۱۸۷)

تصحیح

سابق شمارہ کے صفحہ ۳/۳ میں درج شدہ آیت کو یوں درست کرلیں: وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ

(ادارہ)